عہد رسالت میں نظام عدل

ڈاکٹر طیار آلتی قولاج

ترجمہ : محمد طفیل

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ۵۷۱ ھ میں مکہ مکرمہ میں ہوئی ۔ جب آپ کی عمر مبارک چالیس سال کی ہوئی تو آپ نے رسالت کے فریضہ کی بجا آوری شروع کی ۔ آپ نے ۲۳ سال مکہ میں گذارے اور رسالت کا فریضہ ادا کرتے رہے ۔ جبکہ آپ نے دس سال مدینہ منورہ میں اللہ کا پیغام اسکے بندوں تک پہنچایا ۔

اس دور میں مرکزی یا جماعتی اقتدار کمزور بلکہ بالفاظ دیگر مفقود تھا ۔ اسلام سے پہلے مکہ اور مدینہ کی سیاسی حالت قبائلی نظام پر مشتمل تھی جس میں زندگی مرکزی اقتدار سے خالی افراتفری کا شکار ہوتی ہے ۔ مرکزی اقتدار کا فقدان قبیلہ کے داخلی امور کو منفی انداز میں بدل دیتا اور قبائل کے باہمی تعلقات کو کمزور کر دیتا ہے ۔ اُس وقت ایسی کوئی سیاسی قوت موجود نہیں تھی جو افراد کے لئے مددگار ہوتی کہ جسکے ذریعے وہ افراد اپنے حقوق اور اپنی آزادی حاصل کر سکیں اور اس کی حفاظت کر سکیں بلکہ اس کے برعکس مرکزی اقتدار کے نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے چیلنجوں کا سامنا تھا ۔ لوگوں کے حقوق غصب کئے جا رہے تھے ۔ ان کا خون بہایا جا رہا تھا ۔ ان حالات میں معاھدہ ,,حلف الفضول،، کے عمل میں لانے کا واحد مقصد یہ تھا کہ اس افراتفری کا سدّ باب کیا جائے ۔

واضح رہے کہ اس طرح کا معاھدہ کس طرح مؤثر ھو سکتا ہے ؟ اور ملک میں پائے جانے والے چیلنجوں کو کیوں کر ختم کر سکتا ہے ؟ تاکہ اس پر عمل کر کے معاشرے میں امن اور ملک کی بھلائی قائم ھو سکے ۔ اسلام سے پہلے مکہ اور مدینہ میں معززین کی نگرانی میں ,,ثالثی،، کا جو نظام رائج تھا وہ انسانی حقوق کی بہم رسانی اور ان کی حفاظت کے لئے یکسر ناکافی تھا۔کیونکہ اس معاشرے میں ایسا کوئی قانون موجود نہیں تھا ۔ جس کی رو سے فیصلے کئے جاتے ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے فیصلوں کےبھی پابند نہیں‌ھوتے تھےاور اختلاف پیدا ھو جانے کی صورت میں اس کا قطعی حل پیش کرنے سے قاصر رہتے تھے، جب حقدار کمزور ھوتا تو اس کا حق دلانے کے لئے کوئی قانون یا مرکزی اقتدار نہیں تھا ۔ بلکہ وہ دوسرے فریق کے رحم و کرم پر ھوتا تھا ۔ البتہ جب حقدار طاقت ور ھوتا تو وہ طاقت اور قوت کے بل بوتے پر اپنا حق حاصل کر لیتا تھا ۔

یہ حقیقت ھم سب پر عیاں ہے۔ کہ حالات اس امر کے شدت سے متقاضی تھے کہ عدالتی اصلاحات فوراً عمل میں لائی جائیں ۔ تاکہ تمام انسانی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی جا سکے اور جب قانونی اختلافات کو دور کرنے اور عدالتی مشکلات کو حل کرنے کی ضرورت درپیش ھو تو اس معاشرتی ضرورت کو پورا کیا جا سکے ۔ تاکہ انسانی حقوق افراد کے ھاتھوں میں نہ ھوں۔ اور نہ ھی افراد انسانی حقوق سے کھیل سکیں ۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خرابی کو ختم کرنے کے لئے اپنی پوری پوری کوشیش صرف فرمائیں اور آپ نے قرآن حکیم میں مذکور احکام کی روشنی میں نظام عدل قائم کیا اور اس نظام کو مکمل فرمایا ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدل کا جو نظام قائم فرمایا وہ مملکت کے اقتدار کے ساتھ ساتھ نافذ رھا۔اس نظام میں افراد کو مساوی حقوق حاصل تھے ۔ حکومت ان حقوق کی نگہبان تھی ۔ انسانوں میں باھمی

معاملات کی بنیاد سچا اور جھوٹا ہونے پر تھی کسی کے طاقت ور یا کمزور ہونے پر نہیں تھی ، یہی وجہ تھی کہ انسانیت کو ایک ایسا نظام میسر آیا جو اسے پوری زندگی میں اطمینان اور بھلائی کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

نظام عدل کا قیام :۔

اب ہم ان امور کا ذکر کرتے ہیں جو نظام عدل کے بارے میں آپ کی مکی اور مدنی زندگی میں آپ سے مروی ہو کر ہم تک پہنچے ہیں۔ تاکہ ہمیں معلوم ہو سکے کہ اسلام میں نظام عدل کیسے وجود میں آیا ؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی نظام عدل کے وارث نہیں بنے تھے جس پر آپ عمل پیرا ہوتے اور رسالت کا فریضہ ادا کرتے کیونکہ عدالتی امور اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ سب سے پہلے ایک ریاست ہو اور اس میں ایک معاشرہ ہو جو احکام کی پیروی کرے۔ اس کے برعکس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قدرتی رہنما تھے جو مسلمانوں کے قائد تھے جن کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہو رہا تھا۔ ان افراد کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہ راست رابطہ قائم تھا انہیں جو بھی مشکلات پیش آتیں ان کے بارے میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کرتے وہ مشرکین مکہ کی بدسلوکی کا ذکر کرتے اور اس دکھ کا بھی اظہار کرتے جو مشرکین مکہ کی ایذارسانی سے انہیں پہنچتا تھا۔ کیونکہ وہ مادی اقتدار سے محروم تھے اس لئے مشرکین عرب کے غیظ و غضب سے محفوظ نہیں رہ سکتے تھے۔ جبکہ مسلمانوں کی غالب اکثریت مشرکین کی دھمکیوں اور خطرات کے بوجھ تلے دبی ہوئی تھی۔ جس نے کچھ مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ھجرت کرنے پر مجبور کیا۔ تاکہ اس دباؤ سے نجات پا سکیں (۲) جبکہ ان حالات میں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مناسب وقت نہیں تھا کہ وہ نظام عدل قائم فرماتے چنانچہ مکی دور کے بارے میں پروفیسر ڈاکٹر محمد حمیداللہ رقم طراز ہیں:

"مجھے ایسا کوئی واقعہ نہیں ملا ۔ کہ جب دو مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلافی واقعہ پیش آیا ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا فیصلہ کرنے کی درخواست کی گئی ہو یا آپ سے درخواست کی گئی ہو اس جھگڑے کو نمٹانے کے لئے کوئی ثالث یا منصف مقرر کیا جائے ۔ اس لئے خیال کیا جاتا ہے کہ ایسا کوئی واقعہ وقوع پذیر نہیں ہوا " (۳)

ہم چاہتے ہیں کہ اس مقام پر اس حقیقت کی طرف توجہ دلائیں کہ بعثت سے پہلے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیصلہ کیا کرتے تھے ۔ چنانچہ جب عرب قبیلوں میں حجر اسود کو اس کی جگہ پر نصب کرنے کے بارے میں اختلاف ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا فیصلہ کیا تھا (۴) جیسا کہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بعثت سے پہلے بھی کچھ مقدمات پیش کئے گئے تھے (۵)

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ نظام عدل کا آغاز دور مکی میں ہو چکا تھا اور نظام عدل کے بارے میں پہلی آیت مکہ مکرمہ ہی میں نازل ہوئی (۶) جو نظام عدل کے لئے بیج کی حیثیت رکھتی ہے ۔ یہ بدیہی حقیقت ہے کہ عدالتی امور کی بجاآوری صرف اسی ریاست میں ہو سکتی ہے ۔ جسمیں اقتدار بھی حاصل ہو یہی وجہ ہے کہ ایسے وقت میں اسلامی مملکت کو اقتدار کی اشد ضرورت تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مادی قوت اور اقتدار حاصل ہو تاکہ وہ مادی اور روحانی اصلاحات نافذ کر سکیں جن میں نظام عدل کی اصلاح بھی شامل ہے کیونکہ اس مادی قوت کے فقدان نے انھیں اصلاحات کے نفاذ سے محروم کر رکھا تھا ۔ ایسی اصلاحات

جن کی وجه سے مسلمان معاشرہ اپنے خلاف ہونے والی کوششوں اور سازشوں کو روک سکے - دور مکی میں نبی اکرم صلی اللہ علیه وآله وسلم نے اس امر کا اہتمام فرمایا که ایسے افراد تیار کئے جائیں جو اسلامی مملکت کے سیاسی، انتظامی اور مالی امور بحسن و خوبی چلا سکیں ، جبکه اقتدار کے حصول کی سنجیدہ کوشیش نہیں کی گئی تھیں - ہجرت کے بعد مدینه منورہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیه وآله وسلم نے سب سے پہلا کام یه کیا که اسلامی مملکت کا قیام عمل میں لائے اور مسلمانوں میں بھائی چارہ قائم کر دیا (۷) - پھر آپ نے یہودیوں ، عیسائیوں اور مشرکین عرب سے معاہدہ کیا آپ نے ایک ایسا آئین مرتب کیا جو ۵۲ دفعات پر مشتمل ہے جس میں سیاسی، فوجی اور مالی امور شامل ہیں - معاہدہ کرنے والے سب فریق ان امور کے پابند تھے(۸) اب ہم اس آئین کا تنقیدی مطالعه پیش کرتے ہیں - اس میں اصلاح کے بہت سے پہلو شامل ہیں - جن میں سے نظام عدل کی اصلاح بھی ہے - اس معاہدے کی رُو سے وہ تمام پرانے اصول اور ضابطے منسوخ قرار پاگئے تھے - جن پر نظام عدل میں عمل کیا جاتا تھا - اور ایسے نئے اصول اور ضابطے میسر آ گئے جو انسانیت کے لئے پہلے سے زیادہ اطمینان بخش تھے -

اس آئین میں افراد بلکه قبائل کے حقوق ایک مرکزی اقتدار یا سربراہ حکومت کے ذریعے محفوظ کر دئیے گئے ہیں جبکه اس سے پہلے ان حقوق کی حفاظت کی ذمه داری افراد یا قبائل کے سپرد ہوا کرتی تھی چنانچه اس حقیقت کو تسلیم کر لیا گیا که مرکزی اقتدار کو حق حاصل ہے ، که وہ اپنے احکام نافذ کرے: اور اعلان کرے که اللہ اور اس کا رسول - کتاب و سنت - حکومت اور عدالت کے بلند ترین مقام پر فائز ہیں - یہی دونوں اس ملک کا آئین ہیں اور تمام ترقیاں اور اصلاحات اسی آئین کے مطابق ہونگیں (جو ایک انقلاب سے کم

نہیں) جو افراد اور معاشرے کے امن و سکون کا ضامن ہے اس کے برعکس پرانے معاھدوں میں مذکور تھا کہ جب طاقت ور دشمن قاضی کے فیصلے سے متفق نہ ہو تو اسے حق حاصل تھا کہ وہ اپنا مقدمہ کسی دوسرے قاضی کے پاس لے جائے (۹)۔ جبکہ اسلام میں ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ قاضی جب فیصلہ جاری کر دیتا ہے تو اس مقدمے کا فیصلہ ہو جاتا ہے جس کے خلاف فیصلہ کرنا درست نہیں ہوتا اور نہ ھی یہ مقدمہ کسی اور عدالت میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ فریقین اس فیصلے کے پابند ہوتے ھیں۔ قرآن حکیم میں اس کا ذکر پوری وضاحت سے موجود ہے چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے :

وما کان لمؤمن ولامؤمنة اذا قضی اللہ و رسوله امرا ان یکون لھم الخیرة من امرھم . ومن یعص اللہ و رسوله فقد ضل ضلالا مبیناً (۱۰) .

جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا فیصلہ کر دیں تو کسی مسلمان مرد یا عورت کو اختیار نہیں کہ وہ اپنا من پسند امر اختیار کریں جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اس نے یقیناً کھلی گمراھی اختیار کی .

اللہ تعالی کا ارشاد ہے :

فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت و یسلموا تسلیماً (۱۱) .

تیرے رب کی قسم وہ لوگ اس وقت تک مسلمان نہیں جب تک اپنے جھگڑوں میں آپ کو ثالث نہ بنائیں پھر آپ جو فیصلہ فرمائیں اس سے ان کے دلوں میں تنگی نہ پیدا ھو۔ اور وہ پورا پورا تسلیم کر لیں۔

اللہ تعالی کا مزید ارشاد ہے۔

انما کان قول المؤمنین اذا دُعوا الی اللہ و رسوله لیحکم بینھم ان یقولوا سمعنا واطعنا واولئک ھم المفلحون (۱۲)

مسلمانوں کا یہ طریقہ ہے۔ جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ وہ ان کے مابین فیصلہ کر دے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور پیروی کی یہی لوگ کامیاب ہیں

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی مملکت ایسے شخص کا شدت اور قوت سے مواخذہ کرتی ہے۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام سے انحراف کرتا ہے اور جاہلیت کے دور کی طرح کسی اور شخص سے اپنے جھگڑوں اور مقدموں کا فیصلہ چاہتا ہے تاکہ وہ دور جاہلیت کی سزائیں نافذ کرے (۱۳)

مذکور بالا آیات کا اثر اس آئین میں بھی دکھائی دیتا ہے۔ جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترتیب دیا۔ تاکہ مالی ، فوجی، انتظامی ، قانونی اور دیگر امور کی تنظیم نو کی جا سکے۔ جس کی مسلمان ، یہودی ، عیسائی اور مشرکین عرب نے خواہش کی تھی۔ چنانچہ ہم اس آئین میں مذکور عدالتی اور قانونی پہلوؤں کا ذکر کرتے ہیں۔

جب بھی تم میں کسی معاملے میں اختلاف پیدا ہو تو وہ معاملہ اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جائے (شق نمبر ۲۳)

اس معاہدے کے پابند گروہوں میں جب کوئی ایسا واقعہ یا اختلاف پیدا ہو جس سے امن عامہ کو خطرہ لاحق ہو تو ایسا معاملہ اللہ تعالی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جائے گا (۱۴) (شق نمبر ۴۲) اب ہم ان شقوں کا ہم معنی آیات قرآنی سے موازنہ کرتے ہیں ، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے .

وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقاً لما بین یدیه من الکتاب و مهیمناً علیه فاحکم بینهم بما انزل الله ولاتتبع اهواءهم عما جاءک من الحق (۱۵).

ہم نے آپ کی طرف سچی کتاب اتاری تاکہ آپ موجودہ کتاب کی

تصدیق کریں اور اس پر فیصلہ کرنے والے ہوں جو کچھ اللہ تعالی نے نازل کیا اس کے مطابق فیصلہ کرو جب حق آ جائے تو خواہشات کی پیروی نہ کرو۔

اللہ تعالی نے فرمایا:

وان حکم بینھم بما انزل اللہ ولاتتبع اھواءھم واحذرھم ان یفتنوک عن بعض ما انزل اللہ الیک فان تولوا فاعلموا انما یرید اللہ ان یصیبھم ببعض ذنوبھم وان کثیرا من الناس لفاسقون . افحکم الجاھلیة یبغون من احسن من اللہ حکما لقوم یوقنون (١٦) .

اور آپ اس کا حکم دیں جو اللہ تعالی نے اتارا ان کی خواھشات کی پیروی نہ کریں اور ان کے بہکاوے سے بچتے رھیں جو حکم اللہ تعالی نے اتارا آپ کی طرف اگر آپ نے پیٹھ پھیر لی تو جان لو کہ اللہ تعالی انہیں کچھ سزا دینا چاھتا ہے ان کے گناھوں کی وجہ سے جب کہ لوگوں میں سے اکثر فاسق ھیں۔ کیا آپ جاھلیت کا حکم دینا چاھتے ھیں، ایمان و یقین والوں کے لئے اللہ کے حکم سے کس کا حکم بہتر ہے؟.

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ ولاتکن للخائنین حضیما (١٧) .

ہم نے آپ کی طرف سچی کتاب بھیجی تاکہ آپ لوگوں میں اللہ کی رائے کے مطابق فیصلہ کریں اور خیانت کرنے والوں کے ساتھی نہ بنیں۔

اللہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

یا یھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر وذلک خیرو احسن تأویلا (١٨) .

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کرو اور وقت کے حاکموں کی پیروی کرو اگر تم میں کوئی جھگڑا پیدا ھو جائے تو اسے

اللہ اور رسول کی طرف لے جاؤ اگر تم اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے هو یہی تمہارے لئے بہتر اور عمدہ طریقہ ہے۔

مذکورہ بالا آیات سے پتہ چلتا ہے کہ ہر طرح کے اختلافات اللہ تعالی اور اس کے رسول کی طرف لے جائے جائیں گے چنانچہ مسلمانوں کو معلوم هونا چاهیئے کہ قرآن اور سنت هی وہ قانون هیں جن کی اتباع ان پر واجب ہے۔ نیز دستور کی شق نمبر ۴۲ کا منشاء یہ ہے کہ غیر مسلموں کو قانونی حقوق حاصل هیں چنانچہ قرآن حکیم میں یہودیوں عیسائیوں اور دیگر ادیان کے پیروکاروں کے حقوق کا ذکر کیا گیا ہے اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

سماعون للكذب اكّالون للسحت فان جاءوک فاحكم بينهم او اعرض عنهم و ان تعرض عنهم فلن يضروک شيئاً و ان حكمت فاحكم بينهم بالقسط ان الله يحب المقسطين . وكيف يحكمونک و عندهم التوراة فيها حكم الله ثم يتولون من بعد ذلک و ما اولئک بالمؤمنين (۱۹) .

یہ لوگ بڑا جھوٹا سننے والے اور حرام خور هیں اگر یہ لوگ آپ کے پاس آئیں تو آپ ان کے مابین فیصلہ فرما دیں یا ان سے روگردانی کریں اگر آپ ان سے منہ پھیر لیں گے وہ آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اور اگر آپ ان میں فیصلہ فرمائیں تو انصاف سے فیصلہ فرمائیں۔ بے شک اللہ تعالی انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اور وہ آپ سے کیونکر فیصلہ چاهیں گے حالانکہ ان کے پاس تورات ہے۔ جس میں اللہ تعالی کا حکم موجود ہے۔ پھر وہ اس سے منہ پھیرتے هیں۔ ایسے لوگ ایمان والے نہیں هیں .

اس آئین میں مذکور ہے کہ دیگر ادیان کے پیروکار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کریں گے جب وہ آپس میں اپنے جھگڑوں کا فیصلہ نہ چکا سکیں یہی وجہ ہے۔ کہ عہد رسالت میں مدینہ کے باشندے اپنے جھگڑے اور دعوے رسول اکرم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے ۔ چنانچہ ایک یہودی نے ایک یہودی عورت سے زنا کیا تو وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اُس سزا سے آگاہ کریں جو ان پر لاگو ہو گی۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توارت کے مطابق سزا سنائی جس کی رو سے وہ رجم کی سزا کے مستحق تھے جو اسی وقت نافذ کر دی گئی ۔ (۲۰)

آئین کی شق نمبر ۲۱ کا منشاء یہ ہے کہ جب ایسا مقدمہ پیش ہو جس کا تعلق سزاؤں کے نفاذ سے ہو تو صرف مسلمان حکمران ھی اس بات کا اھل ہوگا کہ وہ اس کا فیصلہ کر سکے ۔ چاہے مقدمہ کسی بھی دین کے ماننے والوں کی طرف سے پیش ہو' چنانچہ روایت بیان کی گئی کہ یہودیوں میں سے ایک شخص نے ایک عورت کو قتل کرنے کی کوشش کی ، اس نے اس عورت کا سر پتھر سے پھاڑ دیا گواھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حالت سے مطلع کیا ، آئین کی رُو سے آپ کو جو اختیار ملا تھا اسکے مطابق آپ نے اس مقدمے کا فیصلہ فرمایا۔جب عورت مرنے ھی والی تھی تو اس سے پوچھا گیا تمہارے ساتھ یہ بُرا کام کس نے کیا ہے ؟ اس عورت نے مرنے سے پہلے بتایا کہ ایک یہودی نے یہ سب کچھ کیا ہے ۔ چنانچہ اس یہودی کو گرفتار کر لیا گیا اس نے عدالت کے سامنے اپنے جرم کا اقبال کر لیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قصاص جاری کرنے کا حکم صادر فرمایا جسکے بعد سنگ ساری کے ذریعے اسے قتل کر دیا گیا جیسا کہ اس نے عورت کے ساتھ کیا تھا (۲۱)

مدینہ منورہ میں نظام عدل کا قیام

مدینہ منورہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود نظام عدل قائم فرماتے تھے کیونکہ آپؐ اسلامی مملکت کے نظام عدل کے سربراہ

تھے۔ چنانچہ آپؐ نے بے شمار مقدموں اور جھگڑوں کا قرآن حکیم کی تعلیمات کے مطابق فیصلہ فرمایا۔ ان مقدموں کا تعلق فقہی جھگڑوں سے تھا یا سزاؤں سے، سب کا فیصلہ قرآنی احکام کے مطابق کیا گیا۔ جب کوئی نص قرآنی موجود نہ ہوتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقہی احکام خود وضع فرمایا کرتے تھے۔

قرآن حکیم میں وارد سزائیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جاری فرمائیں جن کا تعلق چوری، زنا، شراب نوشی، قتل اور زخمی کرنے وغیرہ سے ہے۔ یہ ایسے امور ہیں جن سے معاشرے میں بےچینی پیدا ہوتی اور معاشرتی امن تباہ ہوتا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمؐ نے جو فقہی اصول مرتب فرمائے تھے بعد کے مسلمان فقہاء پر واجب تھا کہ وہ ان پر عمل کریں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص پیش کیا گیا۔ جس نے صفوان بن امیہ کے کپڑے چوری کئے تھے عدالتی جرح کے نتیجہ میں اس شخص کا جرم ثابت ہو گیا تو اسے ہاتھ کاٹنے کی سزا دی گئی (۲۲) اسی طرح فتح مکہ کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مالدار عورت کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا (۲۳) نیز آپ نے اس چور کے ہاتھ کاٹنے کا بھی حکم صادر فرمایا جس نے دوسروں کا مال چرا لیا تھا۔ اور اس نے عدالت کے سامنے اقبال جرم کر لیا تھا (۲۴)۔ جو شخص زنا کا مرتکب ہوتا تھا۔ اسے رجم کی سزا دی جاتی تھی چنانچہ اسلمی قبیلہ کے ایک شخص کو رجم کیا گیا (۲۵) ماعز بن مالک کو رجم کیا گیا (۲۶) اسی طرح ایک حاملہ عورت کو بچے کی پیدائش کے بعد رجم کیا گیا۔ جب یہ ثابت ہو چکا تھا کہ اس نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ (۲۷) ایک غیرشادی شدہ زانی کو سو کوڑے لگائے گئے جبکہ اسکے خلاف زنا کا جرم ثابت ہو چکا تھا۔ (۲۸)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کا قصاص سو اونٹ مقرر فرمایا ہے (۲۹) عدالت میں ابو نعیم نامی شخص پیش کیا گیا کیونکہ اس نے شراب پی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سزا کے طور پر اسے چالیس کوڑے مارنے کا حکم دیا (۳۰) جب ھلال بن امیہ نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی اور وہ عدالت میں یہ جرم ثابت کرنے سے قاصر رہا ۔ تو انھیں تہمت لگانے کی سزا کے طور پر اسی کوڑے مارے گئے (۳۱)

اسلامی مملکت کے کونے کونے سے فقہی مسائل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوتے رہتے تھے ۔ اور آپ ان مسائل کا حل فرمایا کرتے تھے نیز آپ عدالتوں کے لئے اصول و ضوابط بھی مرتب فرماتے رہتے تھے ۔ آپ کی خدمت میں جو مسائل پیش ہوتے ان میں وراثت ، (۳۲) ملکیت زمین (۳۳) ، کنویں کے پانی کے حق کا مسئلہ ، (۳۴) پانی کے بارے میں اختلافات (۳۵) حسب و نسب کے دعوے (۳۶) اور قرض (۳۷) وغیرہ کے مسائل شامل ھیں ۔

دارالحکومت مدینہ کے علاوہ دوسرے شہروں میں نظام عدل کا قیام :

مدینہ منورہ میں آباد غیرمسلم گروھوں کو قانونی ، فقہی اور دینی آزادی حاصل تھی جس کا ذکر مذکورہ آئین میں کیا گیا ہے۔یہی قانون ان ریاستوں پر بھی لاگو ھوا جو بعد میں اسلامی مملکت کا انتظامی اور سیاسی طور پر حصے بنیں. اسلامی مملکت اور نجران(۳۸) کے یہودیوں کے مابین ایک معاھدہ عمل میں آیا تھا ۔ جسکی رو سے وھاں کے یہودیوں کو عقیدہ ، فقہ اور قانون کی آزادی حاصل تھی جب انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ ان کے ھاں ایک قاضی بھیجا جائے۔« جو ان کے مابین اٹھنے والے جھگڑوں کا فیصلہ کرے» جو اسلام کے نظام عدل کے مطابق ھو۔ اس

درخواست پر عمل کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح کو نجران میں قاضی بنا کر بھیجا (۲۹) اور حضرت عمرو بن حزم کو نجران میں مُبلّغ بنا کر بھیجا چنانچہ حضرت عمرو وہاں دینی اور انتظامی امور کے ذمے دار تھے اور اسلام قبول کرنے والوں کی تعلیم و تربیت بھی کیا کرتے تھے (۳۰)

سلطنت عمان اس وقت حکومت فارس کا حصہ تھی اس پر دو بھائی جیفر اور عبد حکومت کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں بھائیوں کی طرف حضرت عمرو بن العاص کو اپنا خط دے کر بھیجا ۔ آپ نے اس خط میں ان دونوں بھائیوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اس خط کا متن یہ ہے ۔

"اللہ کے پاک نام سے شروع کرتا ہوں ۔ جو رحم کرنے والا اور نہایت مہربان ہے ۔ محمد بن عبداللہ کی طرف سے جیفر اور عبد جو جلندی کے بیٹے ہیں کی طرف ۔ جس نے ہدایت کی پیروی کی اس پر سلامتی ہو، اسکے بعد میں تم دونوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں ۔ اگر تم دونوں نے اسلام قبول کر لیا تو تم دونوں سلامتی پاؤ گے ۔ میں تمام انسانیت کے لئے اللہ کا رسول ہوں تاکہ زندوں کو ڈراؤں اور انکار کرنے والوں پر حق بات ثابت کروں ۔ اگر تم دونوں نے اسلام قبول کر لیا تو تم دونوں حاکم رہو گے اور اگر تم دونوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا ، تو تم دونوں کی حکومت ختم ہو جائے گی " (۳۱)

وہ دونوں بھائی عبد اور جیفر مسلمان ہو گئے اور اپنے ملک میں غیر مسلموں پر حکمران رہے ۔ حضرت عمرو بن العاص اس علاقہ میں بھی اسلام کے نمائندے مقرر ہوئے تاکہ عدل قائم کریں، مسلمانوں سے زکوۃ اور صدقات جمع کریں، مستحقین پر خرچ کریں اور اسی طرح غیرمسلموں سے جزیہ اکٹھا کریں نیز مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کریں ۔

بحرین کی ریاست بھی فارس کی مطیع تھی جس میں منذر بن سعدع حاکم تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت العلاء الحضرمی کے ھاتھ منذر کے نام ایک خط ارسال فرمایا جس میں حاکم ریاست کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔اس کا جواب حوصلہ افزاء تھا اس لئے منذر اپنے علاقہ میں غیر مسلموں کے حکمران رہے۔ البتہ حکومت اسلامی کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے مسلمانوں کے امور اور انتظام حضرت العلاء کے سپرد کر دیئے گئے انہوں نے مسلمانوں کے انتظامی ، قانونی مالی ، دینی اور تعلیمی امور سرانجام دیئے (۳۳)

یمن میں بازان (بازام) بن ساسان نامی بادشاہ فارس کے نام پر حکومت کرتا تھا اس نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا اس لئے حکمران کی حیثیت (۳۴) سے باقی رھا۔البتہ اسکے پاس صرف انتظامی امور تھے جبکہ قانونی اور دیگر امور کی انجام دھی ان کارکنوں اور قاضیوں کے سپرد تھی جنھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس علاقہ میں متعین فرمایا تھا ۔

قانونی اصلاحات :

اسلام نے دوسرے امور کی طرح قانونی میدان میں بہت سی اصلاحات کیں ۔ جن میں سے شخصی ذمہ داری ، عملوں کا دارو مدار نیتوں پر ہے اور قانون کی نظر میں انسانی مساوات قابل ذکر اصلاحات ھیں ۔

انفرادی ذمہ داری کے اصول کے تحت ھر شخص اپنے کئے کا پوری طرح ذمہ دار ہے یہی وجہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو اسی کو سزا ملتی ہے کسی اور کو نہیں ملتی۔ یہ انفرادیت کسی اور تہذیب میں نہیں ملتی چاھے وہ ترقی کے کمال تک پہنچ چکی ھو حمورابی قانون جس کے بعض قوانین انسانی حقوق سے متصادم ھیں خاص طور سے قصاص(۳۶) کا قانون. اسمیں

انتہائی درجے کی شدت پائی جاتی تھی کیونکہ قاتل کی بیٹی کو جارحیت کے ذریعے قتل کر دیا جاتا تھا اور اس سے قصاص نہیں لیا جاتا تھا ۔ لڑکی کے بدلے لڑکی کا قتل کرنے کا اصول تورات کے احکام کے منافی تھا (۴۸) جیسا کہ اسلام میں بھی ہے۔ کیونکہ ہر اس شخص کو سزا ملتی ہے جس نے جرم کا ارتکاب کیا ہو اور اسی قدر سزا ملتی ہے جس قدر جرم ثابت ہو ۔ چنانچہ قرآن حکیم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے

ولاتزر وازرة وزرا اخرى .

کسی دوسرے کا بوجھ مت اٹھاؤ

اس ذاتی اور انفرادی ذمہ داری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آئین کی شق نمبر ۲۵ اور ۳۱ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حقیقت کو ثابت فرمایا اور اس کی تائید بہت سی دوسری احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا :

الا لايجنبى جان الاّعلى نفسه (۴۹)

کسی جرم کرنے والے کو ھی سزا ملے گی

جن جرائم کی وضاحت موجود نہیں انہیں فقہ اسلامی میں معاف کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔

حسب طاقت مسلمانوں پر حدود نافذ کرو ۔ اگر ان کے لئے بچ نکلنے کا کوئی راستہ ہو تو ان کا راستہ چھوڑ دو کیونکہ امام اگر معاف کرنے میں غلطی کرے تو یہ سزا دینکی غلطی سے بہتر ہے (۵۰) .

فقہ اسلامی اس امر کا اعتراف کرتا ہے کہ قانون کی نظر میں سب انسان برابر ھیں ، چاھے وہ کسی بھی نسل ، حسب و نسب ، قوم، وطن اور علاقہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ اسلام سے پہلے سزاؤں کا نظام افراد اور قبیلوں میں ان کے مرتبہ کے مطابق ہوا کرتا تھا ۔ اس کی طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ فرمایا:

اے لوگو ! تم سے پہلے لوگ اس لئے ہلاک ہو گئے کہ جب ان میں سے کوئی بلند مرتبہ انسان چوری کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور شخص چوری کرتا تو اس پر حد عائد کردیتے تھے (۵۱)

اسلام سے پہلے زنا کے متعلق بھی یہی طریقہ رائج تھا اور بلند مرتبہ اور امیر شخص کے جرم سے چشم پوشی کی جاتی تھی جبکہ کم درجہ اور غریب لوگوں کو فوراً سزا دی جاتی تھی (۵۲)

اسلام سے پہلے قبائل میں دیت کا کوئی عادلانہ نظام رائج نہیں تھا اگر بنی قریظہ کا کوئی فرد نبی نضیر کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تو اس پر آدھی دیت واجب کی جاتی جبکہ دیگر قبائل سے پوری دیت وصول کی جاتی تھی ۔ (۵۳)

انگریزی نظام قانون میں بھی ایسے احکام موجود ھیں جو انصاف کے تقاضوں کے منافی ھیں چنانچہ اس نظام میں حکمران عدالتوں کے دائرہ کار سے خارج ھیں (۵۴) کیونکہ وہ لوگ اس قاعدے کے پابند ھیں کہ ,,بادشاہ معصوم ہوتے ہیں ۔ ،، اس کے برعکس اسلام نے ہر قسم کی تمیز ختم کر دی اور فکری اور عملی طور پر مساوات انسانی کا قانون رائج کیا اسلام بورژوائی امتیازات کو قبول نہیں کرتا کیونکہ حقوق کے ضمن میں قانون کی نظر میں سب انسان برابر ھیں ۔ اس بارے میں کسی کو کسی پر کوئی خصوصیت حاصل نہیں ہے ۔ اس باب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مثالیں قائم فرمائیں وہ کسی سے بھی پوشیدہ نہیں (۵۵) چنانچہ ہر شخص جانتا ہے کہ خلفائے راشدین عام افراد کی طرح عدالتوں میں پیش ہوئے ۔ (۵۶)

سزاؤں کے قانون میں اس اصول کو پیش نظر رکھا گیا

انما الاعمال بالنیات (۵۷)

عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے

یہ اعمال قانونی ھوں یا ان کا تعلق جبر و قدر سے ھو چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو رجم کی سزا نہیں دی

جس سے زبردستی زنا (۵۸) کیا گیا تھا۔ ایسی حالتوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی سزا نافذ نہیں کیا کرتے تھے۔ (۵۹)

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو دیت کی سزا نہیں دی تھی ۔ جس نے غلطی سے بلا ارادہ کسی شخص کا دانت توڑ دیا تھا (۶۰) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سے ثابت ہے کہ بچے ، سونے والے اور پاگل پر کوئی دیت نہیں ہوتی ۔ کیونکہ وہ اپنے کاموں میں اپنے ارادے کو بروئے کار لانے سے معذور ہوتے ہیں ۔ (۶۱) اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سے ثابت ہے کہ انسان کے علاوہ باقی تمام مخلوقات اپنے اعمال کے بارے میں جوابدہ نہیں ہیں ۔ اس طرح وہ نظام منسوخ کر دیا گیا، جو اسلام سے پہلے رائج تھا اور جس کی رو سے جمادات اور حیوانات کو بھی سزا دیتی جاتی تھی۔ چنانچہ عہد جاھلیت میں عربوں میں رواج تھا کہ اگر کوئی شخص کنوئیں میں گر کر مر جاتا تو وہ کنواں دیت کے طور پر مرنے والے کے ورثاء کی ملکیت قرار پاتا ۔ اسی طرح اگر کوئی جانور کسی شخص کو ٹھوکر مارتا اور وہ شخص مر جاتا تو وہی جانور دیت کے طور پر مرنے والے کے وارثوں کو دے دیا جاتا ۔ اگر کوئی شخص کسی کان میں مر جاتا تو وہ کان اس کی دیت قرار پاتی ۔ جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا گیا اسکے مطابق آپ نے یہ کہتے ہوئے ان سب امور کو منسوخ قرار دے دیا ۔

,, گونگوں کو زخم لگانا جبر ہے کنوئیں اور کان کو سزا دینا زبردستی ہے ،، (۶۲)

مسلمان فاضل ڈاکٹر محمد حمیداللہ لکھتے ہیں کہ بہت سے جنائی اصول انگریز کے آخری عہد یعنی زمانہ قریب تک نافذ تھے جبکہ چھکڑوں، دیواروں ، درختوں، کشتیوں، حیوانوں اور ان کی مشابہ

بہت سی اشیاء کے خلاف فیصلے کئے جاتے تھے۔ جب وہ کسی کی موت کا سبب ہوتے تھے (۶۳)

ان سطور سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اسلام نے قانونی میدان میں جو اصلاحات کی ہیں وہ کس قدر مفید ہیں جن سے ایک انقلاب برپا ہو گیا ہے اور ان کے اثرات کس قدر دوررس ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ Tug Salih Islam Ulkelerinde anayasa S — 31

۲۔ الطبقات الکبری ۱ ۔ ۱ ص ۱۳۶

۳۔ Hamidullah, Islam Peygamberi II 181

۴۔ تاریخ الطبری ۳ ۔ ۳۱ ، البدایہ و النہایہ ۲ ۔ ۲۶۹ الکامل ۲ ۔ ۲۹

۵۔ الطبقات الکبری ۱ ۔ ۱ ص ۱۰۲

۶۔ قرآن حکیم سورة ص : ۲۰

۷۔ الطبقات الکبری ۱ ۔ ۲ ص ۱ البدایہ و النہایہ ۳ ۔ ۲۲۶

۸۔ مشن کے لئے دیکھئے الکامل لابن اثیر

۹۔ Hamidullah , Islam Paygamberi II 181

۱۰۔ قرآن حکیم سورة الاحزاب : ۳۶

۱۱۔ سورة النساء : ۶۵

۱۲۔ قرآن حکیم سورة النور : ۵۱

۱۳۔ تفسیر ابن کثیر ۱ ۔ ۵۱۹ ۔ ۵۲۱ تاریخ الخلفاء ص ۳۸

۱۴۔ Tug Salih Islam Ulkelerinde anayasa : S 33— 34

۱۵۔ قرآن حکیم ، سورة المائدة : ۳۸

۱۶۔ سورة المائدة ۴۹ ۔ ۵۰

۱۷۔ قرآن حکیم ، سورة النساء : ۱۰۵

۱۸۔ قرآن حکیم ، سورة النساء : ۵۹

۱۹۔ قرآن حکیم ، سورة المائدہ : ۳۲ ۔ ۳۳

۲۰۔ سنن ابن ماجہ الحدود ۱۰ (۲۵۵۶ ۔ ۲۵۵۸)
سنن دارمی الحدود ۔ المستدرک ۳ ۔ ۳۶۵

۲۱۔ سنن ابی داؤد الدیات ۱۰ المسند ۳ ۔ ۱۷

۲۲۔ سنن ابی داؤد الحدود ۱۵ ۔ سنن ابن ماجہ الحدود ۲۸

۲۳۔ صحیح البخاری الحدود ۱۱ ۔ ۱۲ سنن الترمذی الحدود ۔ ۶

۲۴ ـ سنن ابن ماجه الحدود ۲۳ (۲۵۸۸) الاستیعاب ص ۸۷
۲۵ ـ المستدرک ۳ ـ ۳۷۰ سنن دارقطنی ص ۳۳۲
۲۶ ـ صحیح مسلم ۲۹ (۱۹ ـ ۲۱) صحیح البخاری الاحکام ۲۱
۲۷ ـ سنن الترمذی الحدود ۹، الموطا الحدود ۵۹، صحیح مسلم الحدود ۲۳
۲۸ ـ المستدرک ۱ ، ۲۷۰
۲۹ ـ السیرة النبویة ۳ ، ۲۷۵ ـ ۲۷۶ البدایة والنهایة ۳ ـ ۲۵۵.
۳۰ ـ صحیح مسلم ۳۵ (۲۹) صحیح البخاری الحدود ۳ ـ ۳ ، سنن الترمذی الحدود ۳۷ .
۳۱ ـ صحیح البخاری ، الشهادة ۲۲
۳۲ ـ سنن ابی داؤد الاقضیة ۷
۳۳ ـ صحیح البخاری الخصومات ۳، سنن ابی داؤد الاقضیة ۲۶ ، سنن الترمذی الاحکام ۳۸
۳۴ ـ الطرق الحکمیه ص ۹۳
۳۵ ـ صحیح البخاری المساقات ۷ ـ ۹ ، سنن الترمذی الاحکام ۲۹ ، سنن ابی داؤد الاقضیة ۲۹ .
۳۶ ـ صحیح البخاری الخصومات ۳۸، الموطا الاقضیة ۳۰
۳۷ ـ صحیح البخاری الخصومات ۳۸ ، سنن ابی داؤد الاقضیة ۱۲
۳۸ ـ کتاب الخراج ص ۹۷ اور اس کے بعد
۳۹ ـ السیرة النبویة ۲ ـ ۲۳۳ ، الاستیعاب ص ۶۹ ، الطبقات الکبری ۳ ، ۱ ص ۲۹
۴۰ ـ السیرة النبویة ۳ ـ ۲۳۱ الاستیعاب ۳۵۰ ؛ التراتیب الاداریه ۱ ـ ۳۳ ـ ۱۶۸
۴۱ ـ الطبقات الکبری ۱ ـ ۲ ص ۱۸ ، الکامل ۲، ۱۸۵ ، زاد المعاد ۳، ۶۲ ، الوثائق نمبر ۶۷
۴۲ ـ الطبقات الکبری ۱ ـ ۲ ص ۱۸ الکامل ۲، ۱۸۵
۴۳ ـ السیرة النبویه ۳، ۲۲۲ ، تاریخ الطبری ۲ ، ۳۹۳، الطبقات الکبری ۱، ۲ ص ۶۷ ـ ۷۷ ،
الاستیعاب ص ۱۸۷
۴۴ ـ زاد المعاد ۱، ۳۱، الترتیب الاداریه ۱، ۲۳۰ ـ ۲۳۱
۴۵ ـ التراتیب الاداریه ۱، ۳۳ ، البدایة والنهایة ۲ ـ ۱۶۱، ۵ ـ ۷۷، السیرة النبویه ۲، ۲۳۳، سنن ابی داؤد الاقضیة ۶۳
۴۶ ـ Hamidullah, Islam Peygam beri II ، 185
۴۷ ـ التوراة لولیون (الباب ۲۴ فقره ۱۷) قرآن حکیم سورة المائدة آیت ۳۵
۴۸ ـ قرآن حکیم سوره الاسراء آیت ۱۵، سورة الفاطر آیت ۱۹، سورة الزمر آیت ۹، سورة النجم آیت ۳۹
۴۹ ـ سنن النسائی القسامه ۳۰ ، سنن ابی داؤد الحدود ۶ ، سنن ابن ماجه الحدود ۵ (۲۵۳۵) ، المستدرک ۳، ۲۸۳

۴۹ ـ سنن النسائی القسامه ۳۰، سنن الدارمی الدیات ۲۵، سنن ابن ماجه الدیات ۲۶ (۲۷ ـ ۲۶۶۹)
۵۰ ـ سنن دار قطنی ص ۲۲۳، سنن ابی داؤد الحدود ۶ ، سنن ابن ماجه الحدود ۵ (۲۵۳۵)، المستدرک ۳ ، ۲۸۳
۵۱ ـ سنن ابن ماجه الحدود ۶۰ (۲۵۳۷) سنن دارمی الحدود ۵۰ ، سنن ابی داؤد ۱۶۳، البدایه والنهایه ۳ ، ۲۱۸
۵۲ ـ تفسیر الطبری ۶ ، ۱۳۰ ـ ۱۳۱

۵۳ـ السیرة النبویة ۲ ؛ ۲۱۵، تفسیر الطبری ۳ ؛ ۱۳۸، سنن ابی داؤد الاقضیة ۸۰
سنن النسائی القسامه المستدرک ۳ـ ۳۳۶ سنن الدار قطنی ص ۳۸۱

۵۴ـ Parey C. Ingliz Hukuk Sistemi S 14

۵۵ـ Hamidullah, Delvet Idresi S 229

۵۶ـ الاحکام السلطانیه ص ۵۰، الطبقات الکبری ۱ـ ۲ ص ۹۷

۵۷ـ صحیح البخاری ۱ ؛ ۱

۵۸ـ سنن ابی داؤد الحدود ۸ ، سنن الترمذی الحدود ۲۲

۵۹ـ کتاب الخراج ص ۱۵۳

۶۰ـ سنن النسائی القسامه ۱۷ ـ ۱۹ ، سنن الترمذی الدیات ۲۰ ، صحیح البخاری الدیات ۱۸ .

۶۱ـ سنن ابی داؤد الحدود ۱۷ ـ سنن الدارمی الحدود ۱ ، سنن النسائی الحدود ۱

۶۲ـ کتاب الخراج ص ۲۲ ، سنن ابی داؤد الدیات ۲۷ سنن ابن ماجه الدیات ۳۷ (۲۶۷۳ صحیح
مسلم ۲۹ (۳۵۳۶) صحیح البخاری الدیات ۲۸ ـ ۲۹

۶۳ـ Hamidullah, Peygamberi II P 187

*****